آزاد کشمیر کی جیلوں کی مجموعی حالت زار اور اخلاقی اصلاح کی ضرورت

(ایک تحقیقی جائزہ)

Prison Conditions in A.J&K Prisons and its Ethical reform

(An analytical Study)

وجاہت خان[1]

Abstract:

To reform the criminals effectively, punishments are prescribed. Imprisonment is one of those punishments. Islam considers imprisonment as an optional punishment. In Islamic history, first time a jail was constructed during the era of Caliph Ali (R.A.). During 16th century, imprisonment was introduced in Europe. There are seven jails in Azad Jammu and Kashmir which accommodated 827 prisoners, 25% are convicted prisoners, whereas 75 % are undertrial prisoners. Ignorance, injustice and poverty are the main reasons which led people to the imprisonment. Imprisonment centers are being run according to Pakistan prison Rules, 1978. The findings of this study revealed that Government of A. J. & K. spends 70 to 100 rupees on a prisoner per day. No learning facilities have been provided to the prisoners, the prisoners lack basic living and health facilities. Residential areas are not comfortable to live. Imprisonment rules are not followed accordingly. Jail administration is corrupt, incompetent and negligent. Anjuman Taleem ul Qur`an is the only NGOs, which launches welfare activities for the betterment of arrestees. The punishment lost its importance, failed in fulfilling required objectives. Due to malpractices of police and poor judicial system, only poor get imprisonment.

Keywords: Azad Kashmir, prison, prisoners, imprisonment, reforms.

تمہید:

معاشرہ میں جب جرائم کی شرح بڑھنے لگتی ہے، امن وامان کی صورتحال تہہ وبالا ہونے لگتی ہے، تو مجرموں کی اصلاح اور مظلوموں کی دادرسی کے لیے سزاؤں کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ قیدان سزاؤں میں سے ایک ہے۔ اس سزا میں مجرم کے حق حریت کو محدود کر دیا جاتا ہے، اسے اہل وعیال سے دور رکھا جاتا ہے، جیل میں اس کے افعال و

---

[1] لیکچرار شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف کوٹلی آزاد کشمیر

تصرفات کی نگرانی کی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی سابقہ زندگی پر غور کرے، اپنے اخلاق وعادات کو سنوارے اور جرائم سے کنارہ کش ہو کر معاشرہ کا باوقار شہری بن سکے۔

زیرِ نظر مقالہ میں آزاد کشمیر کے قید خانوں اور قیدیوں کے احوال کا اصلاحی نقطۂ نظر سے جائزہ لے کر سفارشات پیش کی گئیں ہیں۔ مناسب ہے کہ جیلوں کی تاریخ کا اسلام اور مغرب کے تناظر میں اختصاراً جائزہ لیا جائے۔

قید کی سزا ایک قدیم تصور ہے۔ قرآن حکیم میں سابقہ اقوام کے حوالے سے قید کا بطور سزا دس مرتبہ ذکر ہوا ہے[1] اس بات پتا چلتا ہے کہ اس سزا کا رواج انسانی تاریخ میں اسلام سے ہزاروں سال پہلے رہا ہے۔

اسلام میں قید تعزیری سزا ہے۔ یہ دوسری سزاؤں کی نسبت شدید نوعیت کی ہے۔ قاضی کے اختیار میں ہے کہ وہ مجرموں کے احوال اور ان کے جرائم کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے انہیں سزائے قید دے۔ ملزموں کو بھی تفتیش کی غرض سے حالتِ قید میں رکھا جاسکتا ہے، بے گناہ ثابت ہونے پر انہیں رہا کر دیا جاتا ہے اور مجرم ہوں ہونے کی صورت میں انہیں سزائیں دی جاتی ہیں[2]۔

اسلام کے اوائل میں مجرموں اور ملزموں کو مساجد اور گھروں میں قید کیا جاتا رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم میں ایک گھر خرید کر اسے جیل بنایا[3]۔ جب جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوے لگا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی تاریخ میں پہلی بار کوفہ میں مستقل جیل بنوایا۔[4]

یورپ میں سولہویں صدی تک سزائے قید کا تصور نہ تھا۔ ۱۵۵۲ء میں انگلستان میں پہلا جیل بریڈویل (Bred well) بنایا گیا۔ ابتداً اس جیل میں حوالاتی قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ بعد ازاں نابالغ افراد کو سزائے قید دی جاتی، آہستہ آہستہ قید کی سزا عام ہونی شروع ہوئی۔ یورپ میں جیلوں کی حالت انتہائی خراب تھی۔ قید خانوں میں بچوں، مردوں اور عورتوں کا اختلاط تھا۔ قیدیوں کو تنگ وتاریک مقامات میں رکھا جاتا تھا۔ کھانے پینے اور صحت وصفائی

---

[1] ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تناظر میں سورۃ الشعراء 26 : 29 اور 9 مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں، سورۃ یوسف 12 : ۳۲،۲۵،۳۳،۳۵ - ۳۶،۳۹،۴۱،۴۲،۱۰۰۔

[2] ابوغدہ، ڈاکٹر عبدالغنی، فقہ المعتقلات والسجون ط ناشرون، سعودی عرب، 70۔

[3] ابن القیم، الجوزیہ شمس الدین، الطرق الحکمیہ، لبنان: بیروت، 102۔

[4] ابن فرحون، قاضی برہان الدین المالکی، تبصرۃ الحکام فی اصول الأقضیۃ، مکتبہ الکلیات، قاہرہ: الازہریۃ م، ج ا، 161۔

کا نظام انتہائی خراب تھا۔ جیلیں ظلم اور رشوت کے اڈے تھیں۔ قیدیوں سے جبراً مشقتی کام کروائے جاتے تھے ۔انہیں معمولی معمولی غلطیوں پر بری طرح زدوکوب کیا جاتا تھا۔[1]

اٹھارویں صدی میں یورپ اور امریکہ کے جیلوں میں اصلاحات شروع ہوئیں۔ جسمانی سزائیں ختم کردی گئیں۔ قید خانوں میں صحت وصفائی پر زور دیا گیا۔۱۸۹۹ میں برطانیہ میں قیدیوں کے حقوق کا قانون پاس ہوا۔ قیدیوں کو تعلیم وہنر سکھانے کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے گئے۔ قیدیوں کے مختلف طبقات بنادیئے گئے۔اوپن جیلیں قائم ہونا شروع ہوئیں جہاں قیدیوں کو دن کے اوقات میں جیلوں سے باہر کام کرنے کی اجازت دی جاتی۔ عورتوں اور بچوں کے لیے الگ الگ قید خانے بنائے گئے۔ پہلی بار کسی معمولی جرم میں ملوث مجرم اور قید خانوں میں نیک چلن کی بنیاد پر قیدیوں کی مشروط رہائی شروع ہوئی۔[2]

آزاد کشمیر کی جیلیں:

آزاد جموں وکشمیر میں سات جیلیں ہیں، جن میں سے دو جیلیں مظفرآباد اور میر پور مرکزی ہیں جبکہ باقی پانچ جیلیں باغ، پلندری، راولاکوٹ، کوٹلی، اور بھمبھر ڈسٹرکٹ جیلیں ہیں۔ان جیلوں میں قیدیوں کی تعداد ۸۲۷ ہے جن میں ۷۹۶ مرد قیدی ہیں اور ۳۷ خواتین ہیں۔ پانچ قیدیوں کا تعلق انڈیا اور افغانستان سے ہے جبکہ ۱۸۰ افراد کا تعلق پاکستان کے مختلف علاقوں سے ہے۔

حوالاتی قیدیوں میں ۶۰ فیصد ایسے افراد ہیں جو گزشتہ ایک سال سے زیرِ حراست ہیں جبکہ ۱۵ فیصد ایسے قیدی ہیں جو دو سے پانچ سال کا عرصہ جیلوں میں گزار چکے ہیں۔ان میں ۸ فیصد ایسے ہیں جو ۵ سے ۱۰ سال تک کا دورانیہ اپنے مقدمات کی سماعت میں گزار چکے ہیں۔ دو فیصد ایسے قیدی بھی ہیں جنہیں ۱۰ سال سے زائد کا عرصہ جیلوں میں گزر گیا ہے۔ان (۸۲۷) میں ۵۴ فیصد ایسے افراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہیں جبکہ ۶۷ فیصد ایسے ہیں جن کی عمریں ۱۸ سال سے ۳۵ سال تک ہیں جبکہ ۱۸ فیصد ایسے اسیران ہیں جن کی عمریں ۱۸ سال سے کم ہیں[3]۔

---

[1] Harward, John, State of Prisons printed by William Ayres London, 7 -25.

[2] Ibid, 480-483.

[3] راقم الحروف نے تعلیمی سال 2014 میں اپنا ایم فل مقالہ بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد سے (الدعوة في السجون كشمير) کے عنوان پر مکمل کیا جو کہ عربی زبان میں ہے۔ مقالہ میں جہاں آزاد کشمیر جیلوں کا دعوتی نقطہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے، مقالہ نگار نے

جرائم کی نوعیت اور ان کے اسباب:

قتل، چوری اور ڈکیتی کے جرائم میں ۷۷ فیصد افراد زیر حراست ہیں، جن میں ۵۰ فیصد کا تعلق قتل کے مقدمات اور ۲۷ فیصد کا تعلق ڈکیتی اور چوری سے ہے۔ یہ خطرناک جرائم ہیں جن کے مقدمات طویل عرصے تک عدالتوں میں زیر سماعت رہتے ہیں فوری طور پر فریقین میں باہمی صلح صفائی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان مقدمات میں عدالتوں سے بآسانی ضمانتیں ہوتی ہیں۔ ورنہ دوسرے بڑے تنازعات عدالتوں میں پیش ہی نہیں کیے جاتے یا عدالتی نظام سے تنگ آکر لوگ انہیں مقامی پنچائیتوں کے ذریعے خود ہی نمٹا لیتے ہیں۔

ان جرائم کے تین اسباب ہماری نظر میں آئے۔

ا۔ جہالت ۲۔ غربت ۳۔ ظلم

ا۔ جہالت:

جہالت موذی مرض ہے۔ جاہل شخص اچھائی اور برائی میں اچھی طرح تمیز نہیں کر سکتا۔ بہت جلد اشتعال کا شکار ہو جاتا ہے۔ نتائج سے بے خبر ہو کر قانون کو ہاتھ میں لے لیتا ہے اور سنگین جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ جیلوں میں ۱۸ فیصد افراد پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ ان افراد پر قتل، ڈکیتی، چوری اور زنا جیسے خطرناک جرائم کے الزامات ہیں۔ ان کے ساتھ ۱۸ فیصد پرائمری پاس افراد ہیں، اُن کی غالب تعداد بھی ایسے ہی جرائم میں ملوث ہے۔ قیدیوں کی تعلیم سے دوری کے تین بڑے اسباب ہمارے سامنے ظاہر ہوئے۔

ا۔ ان پڑھ اور غریب والدین کی تعلیم کی اہمیت سے ناواقفیت اور غربت نے بہت سارے افراد کو تعلیم سے دور کر دیا۔

۲۔ بُری صحبت انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ بہت سے قیدیوں نے اعتراف کیا کہ ان کے والدین اور اساتذہ نے اُن کی تعلیم کے لیے بڑی کاوشیں کیں، لیکن بد قسمتی سے اُنہیں معاشرے میں ایسے بُرے دوست واحباب کی صحبتیں میسر آئیں جن کی بدولت نہ صرف وہ تعلیم سے دور ہوئے بلکہ پیشہ ور مجرم بننے کے بعد جیلوں میں پہنچے۔

۳۔ قیدیوں کی بڑی تعداد نے اعتراف کیا کہ انہوں نے سرکاری سکولوں کے اساتذہ کے ظالمانہ سلوک اور

ڈپٹی انسپکٹر جیل خانہ جات کی تحریری اجازت سے جیلوں کا سروے کر کے قیدیوں سے سوالنامہ اور جیل اسٹاف سے انٹرویو کے ذریعے یہ اعداد و شمار جمع کیے۔۔اس مضمون میں اعداد و شمار بیان کرتے ہوئے اس مقالہ پر ہی انحصار کیا گیا ہے۔

خوف سے تنگ آکر تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا۔ موجودہ سرکاری اداروں کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ غربت:

غربت اور بے روزگاری بہت بڑا مسئلہ ہے جس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت سارے لوگ حلال اور حرام کی تمیز کھو بیٹھتے ہیں اور سنگین جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ فکرِ معاش کرے اور روزی کے جائز ذرائع ڈھونڈے۔ معاشرے کے افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں ۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ افراد کے لیے روزگار کے مواقع مہیا کرے اور کمزور اور مستحق افراد کی زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں مدد کرے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں یہ ساری صورتیں روبہ تنزل ہیں، جس کی وجہ سے چوری اور ڈکیتی جیسے جرائم عام ہو رہے ہیں۔

اعداد و شمار کے مطابق کشمیر کی جیلوں میں ۷۲ فیصد قیدیوں کا تعلق چوری اور ڈکیتی کے مقدمات سے ہیں جن میں سے ۱۳۸ افراد نے اعتراف کیا کہ انہوں نے یہ جرائم بوجہ غربت کیے۔ میرپور آزاد کشمیر کا امیر علاقہ تصور کیا جاتا ہے، یہاں کے افراد بڑی تعداد میں بیرون ممالک رہائش پذیر ہیں۔ میرپور جیل میں ۳۲۶ افراد ہیں جن میں سے ۲۲۶ پر چوری اور ڈکیتی کے مقدمات ہیں۔ ان میں سے اکثریت کا تعلق دوسرے پسماندہ علاقوں سے ہے، جنہوں نے غربت اور بیروزگاری سے تنگ آکر چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں کیں۔

۳۔ ظلم

جرائم کا تیسرا بڑا سبب ظلم ہے۔ ظلم کی کئی جہتیں ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لیے مشکل ہے کہ مکمل اعداد و شمار کی صورت میں ان کا ذکر کیا جائے، ہماری تحقیق میں ظلم کی مندرجہ ذیل صورتیں ظاہر ہوئیں۔

۱۔ جب کسی شخص سے پہلی بار کوئی ظلم سرزد ہوتا ہے۔ پولیس کی حراست میں اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ جیل میں اُسے بُرے رفقاء کی صحبت ملتی ہے۔ جیل سے رہائی کے بعد معاشرہ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے ۔ یوں اُس کی طبیعت کا میلان جرائم پیشہ فراد کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ پیشہ ور مجرم بن جاتا ہے۔

۲۔ بعض اوقات کسی شریف النفس انسان کے ساتھ معاشرے میں زیادتیاں کی جاتی ہیں۔ اُس کی دادرسی نہیں ہوتی۔ اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا ہے اور وہ انتقامی کارروائیوں پر اتر کر سنگین جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ ہم پنے مؤقف کی تائید میں ایک ایسے قیدی کی مثال پیش کرتے ہیں جس کی تعلیمی سطح

گریجویشن ہے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد کر یہ شخص گھر آیا۔اُس کے بعض رشتہ داروں نے اُسے بلاوجہ تنگ کرنا شروع کیا۔ معاشرے کے بااثر افراد سے اُس نے مدد چاہی مگر اُس کی فریاد پر کان نہ دھرے گئے۔ایک دن کچھ لوگ اُس کی زمین میں جبراً داخل ہوئے اور درختوں کو کاٹنے لگے۔اِس کی قوتِ برداشت جواب دے گئی، ہتھیار اٹھا کر اس نے گیارہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۳۔ بعض اوقات کسی شخص کو بلاوجہ گرفتار کرکے اُس پر مقدمات بنائے جاتے ہیں۔وہ انصاف مانگتے مانگتے تھک جاتا ہے۔حکومتی اداروں سے اُس کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔مایوس ہو کر ظلم و بربریت پر اتر آتا ہے۔ ہماری ملاقات ایک ایسے قیدی سے ہوئی جس نے اپنی فریاد یوں بیان کی۔" مجھے اور میرے بھائی کو بلاوجہ قتل کے الزام میں قید کیا گیا۔اس جھوٹے الزام کی پاداش میں ہمارے والدین کو قتل کیا گیا جبکہ ہمارے والدین کے قاتل سیاسی اثر ورسوخ اور مال و دولت کی وجہ سے ضمانتیں کروا کر رہا ہو گئے۔ متعدد بار کوشش کے باوجود ہماری ضمانت کی درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔اب مجھے اپنے والدین کے بچھڑ جانے کے بعد زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہی۔موجودہ نظام سے مکمل مایوس ہو چکا ہوں۔دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ میری ضمانت ہو جائے۔کاش میں چند گھڑیوں کے لیے جیل کی سلاخوں سے باہر آجاؤں ۔قسم اٹھا رکھی ہے اُس خاندان کے کسی فرد کو زندہ نہیں چھوڑوں گا،اب نہ مجھے پولیس کا ڈر ہے،نہ عدالت کے مقدمات سے کوئی غرض ہے، جیل کی زندگی میں عادی ہو چکا ہوں،والدین کے قاتلوں سے انتقام لے کر واپس آؤں گا اور باقی زندگی یہی گزاروں گا"۔

اسلام کا تصور جیل

معاشرہ میں جرم و سزا کا تعلق چولی دامن کا ہے۔البتہ جرم کی کیفیت مختلف معاشروں میں مختلف رہی، کہیں ایک فعل کو جرم تصور کرکے اسے موجب سزا گردانا گیا، کہیں اسے بالکل سرے سے جرم تسلیم ہی نہیں کیا گیا اور کسی تیسرے معاشرے میں ان دونوں تصورات کے بین بین سمجھا گیا۔بہر حال مجرم کو سزا دینے کا تصور ہر تہذیب میں رہا۔شریعت کے علاوہ دیگر قوانین میں محض انسانی عقل ہی ماخذ قانون ہے۔ عقل تمام حالات کا مکمل ادراک کرنے سے قاصر ہے۔اسی لیے عقل پر انحصار کے باعث اگر کوئی فعل جرم بنا تو بعض ازاں اسے مباح قرار دیا گیا۔اسلامی قوانین محض عقل پر انحصار نہیں کرتے ان میں الہامی تعلیمات اور نبوی بصیرت شامل ہے۔شریعت نے سات سنگین جرائم کو ناقابل معافی قرار دیا،ان کی سخت سزائیں مقرر کیں، یہ جرائم حدود کہلائے۔کچھ افعال کو جرم قرار دے کر انہیں متضرر کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا، جیسے قتل عمد میں مقتول کے لواحقین کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو قصاص کا مطالبہ

کریں یا دیت کا۔ حدود اور قصاص کے مقدمات کے علاوہ اسلام نے قاضی یا عدالت کو جرائم کے موافق مناسب سزائیں دینے کا اختیار دیا گیا۔ جرم کی یہ تیسری قسم تعزیر کہلائی۔[1]

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جیل تعزیری سزا ہے۔اس سزا کا نفاذ مخصوص حالات کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ سزا ہر مجرم کے لیے قطعاً سازگار نہیں۔ حکومت کو قیدیوں کی دیکھ بھال اور شرب وبعام میں کثیر زر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ قیدی کو لوازمات حیات ترک کرنا پڑتے ہیں۔اتفاقی قیدی بُرے لوگوں کی صحبت میں مزید بگڑ سکتے ہیں۔ قیدی میں خود انحصاری کے جذبات ماند پڑ سکتے ہیں۔ قیدی کا خاندان متاثر ہوتا ہے۔ جیل خانہ کا تنگ وتاریک ماحول قیدی کو نفسیاتی مریض اور سماج دشمن بنا سکتا ہے۔[2]ان حقائق کی روشنی میں ہم جب آزاد کشمیر کے جیل خانہ جات کا جائزہ لیتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے گویا سزائے قید(primary) نوعیت کی سزا ہے۔اس سزا کا اطلاق بالعموم کیا جاتا ہے۔اس سزا کے نفاذ یا عدم نفاذ میں عدالتوں کو صوابدیدی اختیارات حاصل نہیں۔قید خانوں میں مجرموں کے علاوہ ملزمان کو بھی طویل عرصے تک قید کرنے کا رواج عام ہے جو سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

اسلام نے قیدیوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ سزائے قید بھی خود مقصد نہیں بلکہ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ مجرم کی اصلاح اس سزا کا بڑا مقصد ہے۔ قیدی ضروری وجوہات کی بنا پر اپنے اقرباء سے ملنے کے لیے جیل سے رہا کیا جا سکتا ہے۔ بیمار قیدی کا علاج اگر جیل میں ممکن نہ ہو تو اسے بغرض علاج جیل سے نکلنے کی اجازت ہے۔ قیدی کے لیے بضرورت حق جماع کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔[3]رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک قیدی پر ہوا اس نے آپ ﷺ سے بھوک پیاس کی شکایت کی آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔[4]فقہاء کرام کے نزدیک حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیدیوں پر خرچ کرے، امام ابو یوسف کی رائے میں حکومت صرف غریب قیدیوں پر خرچ کرے گی، مالدار قیدی اپنی ضروریات زندگی خود مہیا کریں گے[5]۔ جنگ بدر میں جب حضرت عباس قیدی ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں

---

[1] اکیڈمی، الشریعہ نٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، اسلامی قانون ایک تعارف، ج:2، 211- 213۔

[2] عودہ، عبد القادر، التشریعی الاسلامی مقارنا بالقانون، بیروت: دار الکاتب العربی، ج:1، 722 -739.

[3] بوالحسن، علاء الدین الحنفی، معین الاحکام، مصر، 1983م، 198۔

مسلم، مسلم، ابوالحسین بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، بیروت: احیاء التراث العربی: حدیث: 1741۔

[5]: کتاب الخراج ص150۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت: دار المعرفہ، 150۔

لباس پہنانے کا حکم دیا۔[1] امام یوسف نے ہارون الرشید کو قیدیوں کی تکلیف کم کرنے کے لیے گرمیوں میں باریک اور سردیوں میں گرم کپڑے عطا کرنے کی نصیحت کی۔[2] قیدی کو جیل کے کام کاج میں حصہ لینے کا اختیار ہے۔اسے کام کاج اور مشقت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ قیدی اپنی خدمت کے عوض معاوضہ کا بھی حقدار ہو گا۔[3]

جیلوں میں دینی اور اصلاحی کام:

آزاد کشمیر کے ۷ جیلوں کے انتظام وانصرام کے لیے تقریباً ۳۰۰ سے لے کر ۳۵۰ تک افراد متعین ہیں۔ان جیلوں کے لیے مستقل انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات نہیں۔ محکمہ مال کے ایک آفیسر کو جیلوں کی اضافی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ عملاً جیلوں کے اختیارات ڈپٹی انسپکٹر جنرل کے سپرد ہیں۔

میرپور جیل میں سب سے زیادہ ۱۳۲۶ افراد زیرِ حراست ہیں جبکہ ڈسٹرکٹ جیل باغ میں سب سے کم ۴۰ افراد زیر حراست ہیں۔ جیلوں میں دنیاوی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں، کچھ قیدی جیل انتظامیہ کے تعاون سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ذریعے میٹرک سے ایم اے تک زیر تعلیم ہیں۔ ان قیدیوں کی تعداد ۴۶ ہے جن میں سے ۲۵ کا تعلق ڈسٹرکٹ جیل کوٹلی سے ہے۔

حکومت یومیہ ہر قیدی پر ۷۰ سے ۱۰۰ روپے خرچ کررہی ہے اگرچہ یہ رقم بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے ایک وقت کے کھانے کے لیے بھی ناکافی ہے، لیکن جیل انتظامیہ کھانے پینے کے معاملات میں قیدیوں کے ساتھ تعاون کررہی ہے۔ کسی جیل میں کھانے پینے کے حوالے سے قیدیوں نے شکایات نہیں کیں۔ انہیں گھروں سے کھانا لانے کی اجازت ہے، جیلوں میں کھانا پکانے کی اجازت ہے، قیدی کھانے پینے میں کمزور و نادار افراد کو اپنے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

حکومت نے قیدیوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے ۶ جیلوں میں ایک ایک دینی معلم بھیجا ہے۔ یہ معلمین قیدیوں میں دینی شعور بیدار کرنے کے لیے تگ ودو کررہے ہیں۔ معلمین پہلے مرحلے میں قیدیوں میں خوف وہراس

---

[1] البخاري، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت: احیاء التراث العربي: حدیث: 3008.

[2] ابو یوسف، الخراج، 152۔

[3] البریشی، محمد اسماعیل، أحکام السجن في الفقہ الاسلامی دراسة مقارنة بالقوانین الحدیثة، دراسات علوم الشریعة والقانون المجلد، 36، ملحق 2009م، 661-662-

ختم کرنے کے لیے صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہیں،اُن کے اندر دینی تعلیم کا شوق اجاگر کرتے ہیں،اس کے بعد انہیں طہارت اور نماز کے مسائل سکھاتے ہیں،یہ جب ان مسائل پر اچھی طرح عبور حاصل کر لیتے ہیں۔تو انہیں پورا قرآن تجوید کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔اس کے بعد اگر کوئی قیدی مزید تعلیم کا خواہشمند ہو تو اسے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قرآن حکیم پڑھایا جاتا ہے۔

دینی معلمین کی کاوشیں اس پر کٹھن ماحول میں قابل ستائش ہیں-دینی معلمین اور قیدیوں سے انٹرویو کے دوران ۶۰ فیصد قیدیوں نے اعتراف کیا کہ انہوں نے اپنی معلمین سے دینی مسائل سیکھے۔۴۰ فیصد قیدیوں نے اقرار کیا کہ انہوں نے معلمین سے اخلاقیات سیکھیں۔

جیلوں کے سابقہ ریکارڈ کی جانچ پڑتال کے دوران یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ اب تک ۴ قیدیوں نے قرآن حکیم مکمل حفظ کیا ہے۔اسی طرح ۱۳۰ ایسے قیدی ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کی بعض سورتیں حفظ کیں۔ راولاکوٹ جیل میں ایک قیدی چھ سال مسلسل قیام اللیل اور صوم بالنھار کا پابند رہا۔پانچ قیدیوں نے جیلوں میں اپنے گناہوں سے توبہ کی اور معلمین سے دینی علوم سیکھ کر رہائی کے بعد مختلف مساجد میں آئمہ اور خطباء کی حیثیت سے دینی خدمات شروع کیں۔۵ قیدی ایسے ہیں جنہوں نے دینی معلمین سے قرآن حکیم ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھا۔مظفر آباد جیل میں جاسوسی کے مقدمہ میں قید انڈیا کا ایک شخص دینی معلم کی شفقت سے مسلمان ہوا۔

بلاشبہ جیلوں میں معلمین دینی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور اس کے کچھ مثبت نتائج ہمارے سامنے ہیں لیکن تعلیم و تربیت کا یہ نظام مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر صحیح معنوں میں اپنے ثمرات دینے سے قاصر ہے:

۱۔ تعلیم کے لیے مناسب ماحول ہونا ضروری ہے۔جہاں طلباء مکمل یکسوئی سے تعلیم حاصل کریں۔جیل میں نہ الگ کلاس رومز ہیں،نہ مناسب بیٹھنے کی جگہ اور نہ ہی دیگر تعلیمی سہولیات ہیں۔

۲۔ جیلوں کے تعلیمی نظام پر اگر غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ تقلیدی نظامِ تعلیم ہے جہاں حفظ پر تاکید ہے ،فہم دین کا فقدان ہے،تدریس کے طریقے پرانے اور روایتی ہیں۔دینی مسائل سکھانے،تجوید کے ساتھ قرآن حکیم پڑھانے اور حفظ کروانے کے ساتھ ساتھ اگر قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں قیدیوں کی تعلیم و تربیت کی جائے،اور تصوف کے اصولوں میں اُن کا تزکیہ نفس کیا جائے تو اُن کی زندگیاں اسلامی نہج پر ڈھل سکتی ہیں۔ان کی پریشانی صبر میں بدل سکتی ہیں۔

ان جیلوں میں (NGO,s) کا عمل دخل بہت کم ہے صرف انجمن تعلیم القرآن نے مستقل طور پر آزاد کشمیر کے چھ جیلوں میں معلمین کو قیدیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا ہوا ہے۔اس کے علاوہ یہ تنظیم بعض

غریب قیدیوں کے جرمانے اور دیتوں کی ادائیگی میں بھی مالی مدد کرتی ہے[1]۔ تنظیم کے اپنے اعداد وشمار کے مطابق ۵۲ فیصد قیدیوں نے جیلوں میں دینی مسائل سیکھے جبکہ ۴۳ فیصد نے قرأت قرآنِ حکیم تنظیم کے معلمین سے سیکھی[2]۔

اس کے علاوہ دعوت اسلامی نے مظفر آباد، میر پور اور کوٹلی کی جیلوں میں اپنے افراد کو قیدیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا ہے۔ بعض اوقات تبلیغی جماعت کے افراد پلندری جیل میں قیدیوں کو وعظ و نصیحت کے لیے تشریف لاتے ہیں اس طرح ایک رفاہی تنظیم مسلم ہینڈز راولاکوٹ جیل میں رمضان میں افطار اور عید الاضحیٰ میں قربانی کے گوشت کا قیدیوں کے لیے بندوبست کرتی ہے۔

جیل کے افراد بعض اوقات اپنے فرائض سے ہٹ کر قیدیوں کی بھلائی کے لیے اقدامات کرتے ہیں۔ جیل انتظامیہ معمولی تنازعات میں ملوث قیدیوں کے عزیز و اقارب کو بُلا کر انہیں مخالف فریق کے ساتھ صلح کے ذریعے قیدیوں کی رہائی پر آمادہ کرتی ہے۔ راولاکوٹ جیل میں قیدیوں کو ہفتہ وار وعظ و نصیحت کے لیے جمع کرنے کے علاوہ ہر سال ماہ ربیع الاول میں سیرت رسول ﷺ کی محفل کا انعقاد کیا جاتا ہے جس کے ذریعے قیدیوں میں دینی شعور اجاگر کرنے اور انہیں نیک زندگی گزارنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اسی طرح مظفر آباد جیل کے معلم نے غریب اور نادار قیدیوں کے خاندان کی کفالت کے لیے ایک ویلفیئر آرگنائزیشن قائم کی ہے۔ میر پور جیل انتظامیہ نے دینی معلم کے تعاون سے ایک لائبریری قائم کی ہے جس میں ۳۰۰۰ کتابیں ہیں جو قیدیوں کو مخصوص شرائط پر پڑھنے کے لیے دی جاتی ہیں۔

قانون جیل خانہ جات ۱۹۷۸ کی روشنی میں جیل اصلاحات کا جائزہ

1- جیل قانون کے تحت قید خانے قابل رہائش ہونے چاہئیں۔ قیدیوں کی چارپائیوں کے درمیان ۹۱ سنٹی میٹر (تقریباً ایک میٹر کے قریب) فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ جیلوں کی روزانہ اور ہفتہ وار صفائی ہونی چاہیے،

---

[1] تنظیم کا قیام ۱۹۶۹ میں حاجی محمد رفیع نے رکھا۔ حاجی صاحب کا تعلق دیوبند مکتبہ فکر سے ہے۔ اس تنظیم کے مرکزی دفاتر کراچی اور لاہور میں ہیں۔ یہ تنظیم معاشرے اور جیلوں میں تعلیم قرآن کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے اس کے کے بھیجے ہوئے معلمین ۸۹ جیلوں میں کام کر رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: مجلہ تعلیم القرآن، مقاصد خدمات ضروریات، 10۔

[2] سالانہ رپورٹ تنظیم کی مرتب کردہ: 12-20۔

اور قیدیوں کے لیے صاف وشفاف پانی مہیا کیا جانا چاہیے[1]۔

آزاد کشمیر کی جیلیں ماسوائے کوٹلی اور میرپور کے ناقابل رہائش ہیں۔اگر انہیں مویشی خانے کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ان میں سب سے ابتر حالت دار الحکومت میں واقع سنٹرل جیل مظفر آباد کی ہے۔چار پائیاں تو دور زمین پر بھی قیدیوں کے بستروں کے درمیان ۱۰ سے ۲۰ سینٹی میٹر تک کا فاصلہ نہیں۔جیل کی عمارت ۲۰۰۵ کے زلزلہ میں منہدم ہوئی،تاحال اس کی تعمیر نہ ہو سکی۔دو کمروں کی ایک عارضی رہائش گاہ قیدیوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ان میں ۱۱۴ افراد زیرِ حراست ہیں جن میں بچے، جوان، بوڑھے،اتفاقی اور عادی مجرم ہیں۔۱۱۴ افراد کے لیے ۲ واش رومز ہیں گرمیوں میں بجلی کا بار بار منقطع ہونا معمول ہے، جس سے ان بے چارے قیدیوں کا عذاب دوچند ہو جاتا ہے۔اسی طرح کھیل کود میں حصہ لینا تو دور کی بات،انہیں کمروں سے چند قدم باہر نکل کر چہل قدمی کرنے کی بھی اجازت نہیں،قیدی گرمیوں میں نہ ٹھنڈی ہوا میں سانس لے سکتے ہیں، اور نہ سردیوں میں سورج کی روشنی میں بیٹھ سکتے ہیں۔یہ لوگ دن رات ایک ہی جگہ بیٹھے موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس سے ملتی جلتی صورتحال دوسرے مقامات پر بھی ہے جہاں (Judicial lockups) کو جیلوں کا نام دیا گیا ہے۔ایسی جگہوں میں انسانوں کو طویل عرصے تک قید رکھنا انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

ایک قیدی نے اپنی دکھ بھری داستان اِن الفاظ میں بیان کی "میری عمر ۲۲ سال ہے،میری تعلیم میٹرک ہے، چوری کا جرم میں نے بوجہ غربت کیا، ایک تنگ کمرے میں ہم ۲۵ افراد قید ہیں۔شدید گرمی میرے لیے ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔جسمانی طور پر کمزور ہو چکا ہوں،پیٹ سے منہ کے راستہ خون آرہا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب مجھے موت دے کر اس عذاب سے نجات عطا فرما"۔

میرپور اور کوٹلی جیل میں سزائے موت کے قیدی بہت کرب اور تکلیف میں زندگی گزار رہے ہیں۔ایک کوٹھڑی جو ایک بندے کے لیے بمشکل کافی ہے،اُس میں چار سے چھ افراد کو رکھا جاتا ہے۔یہ افراد ایک گھنٹہ باہر چہل قدمی کے علاوہ دن کا بقیہ حصہ ان تنگ کوٹھڑیوں میں گزارنے پر مجبور ہیں۔یہ لوگ ۱۰ سے ۱۵ سال اپنے مقدمات کے انتظار میں جیلوں میں گزار چکے ہیں۔انہیں اپنے مقدمات کی پیروی میں لاکھوں روپے خرچ

[1] قانون جیل خانہ جات ۱۹۷۸ دفعات 750—761،763 اور 765۔

کرنے پڑے، سالہا سال سے اپنے عزیز واقارب سے دور رہے، طویل صبر آزما دور کے بعد انہیں موت کی سزائیں سنائی گئیں، ان حالات میں یہ لوگ نفسیاتی مریض بن چکے ہیں۔

2- جیل قانون کے تحت ضروری ہے کہ پرائمری سطح تک سارے قیدیوں کو لازمی تعلیم دی جائے اس کے بعد خواہشمند افراد کو تعلیمی میدان میں سہولیات فراہم کی جائیں۔ جیل میں باوجود اس کے ۱۸ فیصد ان پڑھ اور ۱۸ فیصد پرائمری پاس لوگ موجود ہیں، ان کی دنیاوی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ بھمبر جیل میں جگہ کی قلت کے سبب قیدیوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہے خواتین کے لیے بھی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔

حاصل کردہ معلومات کے مطابق ان جیل خانوں میں ۴۶ افراد میٹرک سے ایم اے تک زیر تعلیم ہیں جن میں بعض قیدی اتفاقی مجرم ہیں جو کچھ عرصہ گزارنے کے بعد جیلوں سے رہا ہو جائیں گے۔ چونکہ ان میں سے بیشتر لوگ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ذریعے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اپنے طلباء کے لیے ٹیوٹرز کی خدمات مہیا کرتی ہے جبکہ ان جیل خانوں میں یہ قیدی ایسی تعلیمی خدمات سے محروم ہیں۔

۳۔ جیل قانون کا تقاضا ہے کہ ہر جیل میں قیدیوں کے لیے علاج معالجہ کے لیے ڈاکٹر موجود ہونا چاہیے۔ اور ہر روز بیمار قیدیوں کا معائنہ کر کے انہیں مناسب ادویات فراہم کی جانی چاہیں۔ جیل میں مناسب علاج نہ ہونے کی صورت میں انہیں علاج کے لیے باہر ہسپتالوں میں بھیجا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہفتہ وار قیدیوں کا طبّی معائنہ کرے[1]۔

جیلوں میں روزانہ ڈاکٹرز کی سہولت قیدیوں کو موجود نہیں۔ ہفتہ میں ایک آدھ بار محکمہ صحت کے افراد جیلوں میں آتے ہیں اور قیدیوں کو معمولی نوعیت کی ادویات فراہم کرتے ہیں۔ جیلوں میں قیدیوں کی صحت کی صورتحال کافی ابتر ہے۔ ۳۱ فیصد قیدیوں نے اپنی بیماریوں کی شکایات کیں جن میں بعض افراد ایڈز اور یرقان جیسے موذی امراض میں مبتلا ہیں۔ ہماری نظر میں کچھ ایسی زخمی افراد آئے جن کو قید خانوں میں رکھنا کسی صورت مناسب نہیں۔ قیدی طویل عرصہ تک جیلوں میں سلاخوں کے پیچھے رہنے اور جیلوں میں جگہ کی کمی کی وجہ سے کھیل کود میں حصہ نہ لینے کے سبب جسمانی اور نفسیاتی مریض بن رہے ہیں۔

---

[1] قانون جیل خانہ جات ۱۹۷۸ دفعات، 973۔1001۔

۴۔ اگرچہ جیل قانون کے تحت قیدیوں سے جبراً مشقت لی جاسکتی ہے۔ جبری مشقت کی ان دفعات پر ہمارے کافی تحفظات ہیں لیکن اس کے باوجود اگر قیدیوں کو ہلکی مشقت اور درمیانی مشقت کے پیشوں میں منسلک کیا جائے تو وہ جیلوں میں مصروف رہ کر اپنا وقت اچھی طرح گزار سکتے ہیں، جسمانی اور ذہنی امراض سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں، ہنر سیکھ کر جیل سے رہائی کے بعد باعزت اپنا پیٹ پال سکتے ہیں۔ ہماری نظر میں میرپور اور کوٹلی جیلوں میں چند قلیل الفائدہ مشاغل کے علاوہ باقی جیل خانوں میں قیدیوں کے کام کاج اور وقت گزارنے کے لیے کوئی مثبت سرگرمیاں موجود نہیں۔

۵۔ قانون کا تقاضا ہے کہ جیلوں میں قیدیوں کے احوال اور اصلاحی سرگرمیوں کو جاننے کے لیے رسمی اور غیر رسمی کمیٹیاں (visitors) ہونی چاہئیں۔ یہ کمیٹیاں ججز، محکمہ صحت کے افسران، انسپکٹر جنرل پولیس کے علاوہ دوسرے ماہرین پر مشتمل ہونی چاہیں۔ ان کمیٹیوں کی ذمہ داری ہے کہ جیلوں کا مختلف اوقات میں معائنہ کریں، صحت وصفائی، کھانے پینے کے معیار اور جیل حکام کے بارے میں اپنی سفارشات انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کو ارسال کریں[1]۔ ہماری معلومات میں قید خانوں میں ایسی کمیٹیاں موجود نہیں جو باقاعدہ جیلوں میں آکر اپنی سفارشات مرتب کریں۔

۶۔ جیلیں اپنے اہداف میں بڑی حد تک ناکام ہو رہی ہیں۔ اب ان کا متبادل قانونی راستہ تلاش کیا جارہا ہے، جس کی ایک صورت Parole and Probation Rules کے تحت ایسے افراد کی مشروط رہائی ہے جن سے پہلی بار معمولی طرز کے جرائم سرزد ہوئے ہوں، اور اسی طرح وہ قیدی جو جیلوں میں نیک چلن کا مظاہرہ کریں۔ ایک اندازہ کے مطابق پاکستان میں ۲۰۰۹ء تک ۷۳۷۷ قیدیوں کو مشروط رہائی ملی مگر آزاد کشمیر کے جیلوں میں ان قوانین کے تحت کسی ایک قیدی کو بھی رہا نہ کیا گیا۔[2]

۷۔ جیل قوانین کے تحت قیدیوں کے مختلف طبقات بنا دیے گئے ہیں انہی طبقات میں ان کو زیر حراست رکھا جانا چاہیے۔ عادی مجرموں کو اتفاقی مجرموں سے الگ ہونا چاہیے۔ نابالغ افراد اور خواتین کے لیے الگ قید خانے

---

[1] قانون جیل خانہ جات ۱۹۷۸، دفعات ۹۱۳-۹۳۴۔

[2] Khan Zafar, Ahmed Sherwani, The Law of Probation and Parole, Their applicability and effects in Pakistan. Ph D thesis university of Karachi, 30 -49.

ہونے چاہئیں اگر ممکن نہ ہو تو خواتین کو الگ بیرکوں میں زیر حراست رکھنا چاہیے۔[1]

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قید خانوں میں اس طرح کی کوئی تقسیم عملاً موجود نہیں۔ ساری قیدی اکھٹے رہتے ہیں۔ پیشہ ور قیدیوں کی صحبت اتفاقی اور نابالغ اسیران پر انتہائی منفی اثرات مرتب کر رہی ہے۔ عادی مجرم کمزور قیدیوں کو تنگ کرتے ہیں، انہیں مارتے پیٹتے ہیں۔ اسی طرح بیمار افراد کے اثرات سے صحت مند افراد محفوظ نہیں۔ میرپور اور کوٹلی جیل میں نابالغ اسیران نے شکایات کیں کہ پیشہ ور قیدی انہیں جنسی تشدد کا نشانہ بناتے ہیں، ان لوگوں کے خوف اور شرم و حیا کی وجہ سے وہ ایسی زیادتیاں کسی کے سامنے بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

اس طرح ان جیلوں میں خواتین کو الگ کمروں میں مرد انتظامیہ کی نگرانی میں رکھا گیا ہے، ایسی خواتین جن میں اکثریت نوجوان اور غیر شادی شدہ ہے انہیں ایسے ماحول میں طویل عرصے تک رکھنا کسی طور پر مناسب نہیں۔

۸۔ ان جیل خانوں میں ۴۶ فیصد افراد شادی شدہ ہیں۔ وہ حق ازدواجیت سے محروم رہتے ہیں۔ اس قانونی اور شرعی حق سے محرومی کی بنا پر مزید کئی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ "وفاقی شرعی عدالت کے بنچ کے فیصلے کے مطابق لمبی سزا کاٹنے والے تمام قیدیوں کو حق زوجیت ادا کرنے کے لے مواقع فراہم کئے جانے چاہیں۔ وہ قیدی جنہیں پانچ سال سے زائد مدت کے لیے قید کی سزا دی گئی ہو تو انہیں بشرط تکمیل شرائط اپنی بیوی اور چھ سال سے کم عمر کے بچوں کو جیل کے اندر مخصوص مقام پر چند دنوں کے لیے اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت ہوگی"[2]۔

۹۔ جیل قانون نے قیدیوں کی حوصلہ افزائی کرنے، بُرے عادات و اطوار سے روکنے اور انہیں اچھے کاموں کی ترغیب کے لیے ایک تہائی سزاؤں میں معافی کا حق دیا ہے اور یہ حق جیل انتظامیہ کے سپرد ہے۔ جیلوں میں اولاً بیشتر ایسی سرگرمیاں ہی ناپید ہیں جس کی وجہ سے قیدی اس حق سے مستفید ہوں۔ ثانیاً ہمیں ایسی معلومات موصول نہیں ہوئیں جس سے اندازہ ہو کہ قیدیوں کو یہ حق مختلف اوقات میں باقاعدگی سے دیا جاتا ہے۔

۱۰۔ ترغیب کے ساتھ اصلاح کے لیے ترہیب بھی ضروری ہے۔ بہت سارے افراد جیلوں میں جرائم سے باز نہیں آتے۔ جیل کے امن کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، انتظامی امور میں مداخلت کرتے ہیں۔ جیل قانون جیل حکام کو جیلوں میں سرزد ہونے والے جرائم پر سزاؤں کا اختیار دیتا ہے۔ سزاؤں کے نفاذ پر یہ اختیار بعض کڑی شرائط و

---

[1] قانون جیل خانہ جات ۱۹۷۸ء، دفعات، 231- 232 ،281، 435۔

[2] قریشی، محمد ادریس، جیل قوانین اور قیدیوں کے حقوق، پبلشرز لیگل ایڈیشن، 95۔

ضوابط کا متقاضی ہے، کیونکہ قیدی پہلے ہی حالتِ سزا میں ہوتے ہیں، دیگر سزائیں اگر ضرورت اور شرائط کے تحت نہ دی جائیں تو ان کے مصائب والم مزید بڑھ جائیں گے۔ان سزاؤں کے نفاذ سے پہلے مکمل تحقیق و تفتیش کی جانی چاہیے۔ قانون کے تحت ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ۱۲ گھنٹے تک ڈالی جانی چاہئیں۔بیڑیاں ایک ماہ تک پہنائی جانی چاہیں۔کسی شخص کو قیدِ تنہائی میں ۱۴ دن تک رکھا جانا چاہیے۔[1]

جیلوں میں ایسے قواعد کی پابندی کم ہی کی جاتی ہے۔ معمولی معمولی غلطیوں پر قیدیوں کو بری طرح مارا پیٹا جاتا ہے اور انہیں مہینوں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ ہماری ملاقات کئی ایسے قیدیوں سے ہوئی جنہیں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے دو، تین ماہ گزر چکے تھے۔میرپور جیل میں ہماری ملاقات ایسے قیدی سے ہوئی جسے تین چار سالوں میں ایک بار بھی عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔پلندری جیل میں قیدیوں نے شکایات کیں کہ پولیس نے جیل داخل ہو کر ان پر تشدد کیا۔ جیلوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے اندازوں سے باہر ہے البتہ ان چند حقائق سے حالات کی سنگینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نتائج:

جیلوں کے حالات مفصل بیان کرنے کے بعد ہماری تحقیق مندرجہ ذیل نتائج تک پہنچی کہ :۔

1. آزاد کشمیر میں سات جیلیں ہیں، جن میں 827 افراد زیر حراست ہیں، 25 فیصد سزا یافتہ جب کہ 75 فیصد حوالاتی اسیران ان جیلوں میں موجود ہیں۔
2. ان جیلوں میں نوجوان قیدیوں کی تعداد 67 فیصد ہے۔
3. لوگ جیلوں میں غربت، جہالت اور ظلم کے سبب آئے۔ سزائے قید اُن کی غربت، جہالت اور ظلم کو مزید بڑھا رہی ہے۔
4. آزاد کشمیر میں صحیح معنوں میں میرپور اور کوٹلی جیلیں ہی ہیں۔
5. جیلوں میں قیدیوں کی وہی حالت ہے جو ۱۶ ویں صدی میں یورپ کی جیلوں میں تھی۔
6. جیل قوانین پر آزاد کشمیر کے جیلوں میں عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔
7. حکومت یومیہ ہر قیدی پر 70 سے 100 روپیہ خرچ کر رہی ہے۔

[1] قانون جیل خانہ جات دفعات 583-584، 572، 575، 585، 598۔

8. پولیس اور ناقص عدالتی نظام کے باعث جیلیں زیادہ تر غریبوں کا ہی مقدر بنتی ہیں۔
9. قیدیوں کی دنیاوی تعلیم کا جیلوں میں کوئی انتظام نہیں البتہ دینی معلمین کو قیدیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

سفارشات:

۱۔ جیل نظام کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ہماری عدالتیں بروقت اور سستا انصاف مہیا کریں علاوہ ازیں سزائے قید کا استعمال ضرورت کی حد تک کیا جائے یہ سزا ہر شخص کے لیے کسی حال مناسب نہیں۔

۲۔ ہماری آزاد کشمیر حکومت سے گزارش ہے کہ فوری ایسی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو ان جیلوں میں وقتاً فوقتاً دورے کر کے قیدیوں کے بارے میں سفارشات مرتب کریں، ان سفارشات کی روشنی میں جیلوں کے اندرونی نظام میں مؤثر اصلاحات لائی جائیں۔

۳۔ گزارش ہے کہ میرپور اور کوٹلی جیلوں کے علاوہ باقی جیلیں ختم کر کے قیدیوں کو جیلوں کی تعمیر تک دوسری سرکاری عمارت میں منتقل کیا جائے۔

۴۔ جیلیں اپنی افادیت کھو چکی ہیں۔ ان پر زر کثیر خرچ کرنا حماقت ہے۔ ہمارے خیال میں زیادہ مناسب ہے کہ موجودہ جیلوں کے سسٹم کو ختم کر کے ایک جیل پیشہ ور مجرموں کے لیے بنائی جائے۔ اس کے علاوہ عام قیدیوں کے لیے جدید سہولیات کے ساتھ ریفارم سنٹرز قائم کیے جائیں۔

۵۔ قیدیوں کی بڑی تعداد کو ان کے اہل وعیال سمیت مالی مشکلات کا سامنا ہے، مخیر حضرات اور رفاہی اداروں سے ایسے افراد کی مالی امداد کی درخواست کی جائے۔

۶۔ علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ کبھی کبھی جیلوں کا وزٹ کریں کیونکہ جیل کا ماحول تعلیم و تربیت کا سخت متقاضی ہے۔

۷۔ گزارش ہے کہ جیل حکام کی جدید طرز پر تربیت کی جائے، اہلِ علم اور دیانتدار افراد کا ہی جیل ایسی جگہ پر تقرر ہو اور وقتاً فوقتاً ان کے لیے فریشر کورسز بھی کروائے جائیں۔